شرعی عدالت کے فیصلہ پر تبصرہ نیز
مخالفین انبیاء کی تاریخ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ رنومبر ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۰﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۱﴾
الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾
عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ
عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۶﴾ الَّذِيْنَ
يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ
اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۸﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ
مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۱۰۰﴾

(الحجر: ۹۰-۱۰۰)

پھر فرمایا:

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے بعض احمدی وکلا نے اس عدالت میں ایک مقدمہ دائر کیا تھا جسے پاکستان میں شرعی عدالت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اس کے بعض پہلوؤں پر تو میں نے پہلے روشنی ڈالی تھی کہ قرآن کریم معاملات میں فیصلوں سے متعلق کس عدالت کو شرعی سمجھتا ہے اور کسے غیر شرعی سمجھتا ہے اور سوائے اس کے کہ عدل کی تعریف شرعی عدالت پر صادق آتی ہو قرآن کریم سے اس کے سوا کچھ بھی استنباط نہیں ہوتا لیکن جہاں تک عقائد کا تعلق ہے، نظریات کا تعلق ہے قرآن کریم انبیا کے سوا کسی شرعی عدالت کو تسلیم نہیں کرتا اور انبیاء کے بعد پھر خدا کو احکم الحاکمین قرار دے کر اس شرعی عدالت کی سپریم کورٹ قرار دیتا ہے اور اس سلسلہ میں قرآن کریم میں دونوں قسم کے احکامات ملتے ہیں۔

ایسے احکامات بھی جن کا تعلق بنی نوع انسان کے آپس کے معاملات سے ہے اور اس میں قرآن کریم بار بار یہی ہدایت فرماتا ہے کہ اگر تم میری نمائندگی کرتے ہو، اگر تم میرا خوف کرتے ہو تو پھر عدل سے فیصلے کرو خواہ فیصلہ کرتے وقت ایک فریق ایسا بھی ہو جو تمہارا دشمن ہو اور خواہ فیصلہ کرتے وقت ایک فریق ایسا بھی ہو جو تمہارا مذہبی دشمن ہو اور جس نے تمہیں تمہارے اس بنیادی حق سے بھی محروم کر دیا ہو کہ تم اول البیت میں جا کر خدا کے نام پر حج کرو۔ اس سے زیادہ شدید مذہبی دشمنی کا ایک مسلمان کے لئے کوئی تصور نہیں۔ چنانچہ قرآن کریم مذہبی دشمنی کی مثال دے کر اس بات کو خوب کھول دیتا ہے کہ ہماری مراد یہ نہیں کہ معمولی دشمنی ہو بلکہ اتنی شدید نفرت ہو اس قوم کو تم سے کہ تمہیں حج بیت اللہ کی بھی اجازت نہ دیں۔ ایسی صورت میں بھی جب تم انصاف کی کرسی پر بیٹھو تو انصاف سے کام لو یہ ہے شرعی عدالت کا جہاں تک معاملات کا تعلق ہے قرآنی نظریہ اس کے لئے تو کسی حد تک بلکہ مجبوری ہے انسان سے فیصلے کروانے پڑتے ہیں۔

لیکن جہاں تک نظریات کا تعلق ہے نہ قرآن کریم اجازت دیتا ہے نہ اس کا کوئی تصور پیش کرتا ہے کہ نبی یا خدا کے سوا نظریات کا فیصلہ کسی اور سے کروایا جائے بلکہ اگر نظریات کے فیصلے کے لئے کسی اور کی طرف رجوع کیا جائے تو اس کے لئے میں قرآن کریم میں بہت سخت انذار پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی موضوع کے متعلق سورۂ نساء میں ۶۱ ویں آیت میں قرآن کریم فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ
وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ

ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (النساء: ۶۱)

کیا تو نے ایسے لوگوں کے متعلق خبر نہیں پائی یا ایسے لوگ نہیں دیکھے جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں یا گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئے ہیں اس چیز پر جو تیری طرف اتاری گئی ہے اور اس پر بھی ایمان لے آئے ہیں جو تجھ سے پہلے اتاری گئی۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ لیکن اس کے باوجود وہ طاغوت یعنی غیر اللہ کی طاقتوں کی طرف فیصلوں کے لئے رجوع کرتے ہیں۔ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ اور واضح طور پر ان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان کا انکار کر دیں، ان کے فیصلے کی اہلیت کا ہی انکار کر دیں، ان کے اس دعویٰ کا ہی انکار کر دیں کہ وہ مذہبی معالات میں فیصلے کے مجاز ہیں وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ تمہیں بہت بری طرح گمراہ کر دے۔

چنانچہ ان معاملات میں اللہ تعالیٰ انبیاء کو حکم قرار دیتا ہے اور قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیات پائی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم بن کر آئے تھے اور انبیاء کی تعریف میں ہی ان کا حکم ہونا شامل فرما دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آئندہ زمانہ میں بھی آنحضرت ﷺ نے ایک حکم کی خبر دی اور فرمایا کہ جب اختلافات بڑھ جائیں گے اور مسلمانوں کی حالت خراب ہو جائے گی تو اس وقت خدا تعالیٰ نازل فرمائے گا حکماً عدلاً ایسی عدالت کو نازل فرمائے گا جو حکم ہوگی، عدل ہوگی، فیصلے کرے گی اور انصاف کے ساتھ فیصلے کریں گی اور وہ عدالت مسیح موعود ہے۔ کسی جگہ بھی اشارۃً بھی یہ بات بیان نہیں فرمائی، مومنوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جب تمہارے آپس میں مذہبی عقائد کے اختلافات واقع ہو جائیں تو تم اپنے فیصلے اپنے علما سے کرواؤ کہ کس کا عقیدہ سچا ہے؟ بلکہ فرمایا کہ انتظار کرو ایسی صورت میں اللہ کی طرف سے دوبارہ عدالت قائم کی جائے گی اور حکم عدل ہی یہ فیصلے کرے گا کہ کس کا عقیدہ سچا تھا اور کس کا غلط تھا؟

چنانچہ اس مضمون کے اوپر آنحضرت ﷺ نے مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ مسلمانوں کے درمیان شدید اختلافات پیدا ہو جائیں گے اور ان اختلافات کے نتیجہ میں وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ شدید بے چینی کی کیفیت پیدا ہوگی، ایک بدنظمی پیدا ہو جائے

گی۔اس وقت سادہ لوح عوام الناس اپنے علما کے پاس جائیں گے کہ فیصلے کروائیں لیکن وہاں جو کچھ وہ دیکھیں گے فیصلہ کرنے کے مجاز لوگ نہیں ہونگے کچھ اور ہی ان کو نظر آئے گا اور جو الفاظ آنحضرت ﷺ نے اختلافات کے زمانہ کے علما کے بارے میں استعمال فرمائے ہیں وہ ایسے سخت ہیں کہ وہی الفاظ اگر میرے منہ سے یا کسی اور احمدی کے منہ سے یہ علما سنیں تو قتل و غارت پر آمادہ ہو جائیں گے اس لئے اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آئندہ زمانہ کے حالات کی خبر دی، یہ بتایا تھا کہ امت میں اختلافات پیدا ہو جائیں گے عقائد میں خصوصاً اور جب نظریات بٹ جاتے ہیں تو امتیں بٹ جایا کرتی ہیں ایسی صورت میں یہ نہیں فرمایا کہ علما کے پاس جاؤ اور ان سے فیصلے لو، فرمایا وہ جو غلط فہمی سے علما کے پاس جائیں گے فیصلوں کی خاطر ان کو وہاں کچھ اور ہی نظر آئیگا۔ دوسری جگہ ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ (السنن الواردۃ فی الفتن از ابوعمرو عثمان بن سعید المعتری الدانی باب ماجاء فی شدۃ الزمان وفساد الدین) یہ وہ لوگ ہیں جو آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے اور ظاہر بات ہے کہ یہ اختلافات کے دور کی بات ہے اختلافات کے دور کے علماء کی بات ہے اس لئے اتنی واضح ہدایات کے باوجود جبکہ آنحضرتؐ کا شدید انذار موجود ہے قرآن کریم کھول کھول کر اس مضمون کو بیان فرما رہا ہے کہ مذہبی عقائد کے معاملہ میں کسی بندہ کو فیصلے کا اختیار نہیں سوائے اللہ کے نبی کے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ وہ خدا سے علم پا کر فیصلے کرتا ہے اور اگر اس سے تمہارا اختلاف ہے تو پھر خدا فیصلہ کرے گا، کسی اور کا کام نہیں ہے وہ فیصلے کرے اس کے باوجود کوئی مسلمان کسی دوسرے عالم کے پاس اپنے مذہبی عقائد لے کر فیصلوں کے لئے جا ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ یہ جو ہمارے وکلاء جو اس مبینہ شرعی عدالت میں پہنچے یہ ہرگز اس عرض کے لئے وہاں نہیں گئے تھے نہ انہوں نے یہ پیش کش کی، اور نہ انہوں نے پوچھا کہ تمہارا ہمارے متعلق کیا خیال ہے؟ ہم مسلمان لگتے ہیں تمہیں کہ غیر مسلم نظر آتے ہیں؟ نہ یہ پوچھا کہ خاتم النبیین کی صحیح تشریح ہمیں بتائیں کہ وہ کیا ہے؟ جن کو خدا تعالیٰ نے نور عطا فرمایا ہو، جن کے اندر حکم اور عدل نازل ہو گیا ہو، جو اللہ سے علم پا کر قرآن کا عرفان انہیں بخش رہا ہو ان کا کیا کام ہے کہ منکرین کے پاس جا کر ان سے پوچھیں کہ ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں؟ یہ تو بحث ہی نہیں تھی، بحث صرف یہ تھی کہ تم لوگ سچے ہو کہ

جھوٹے ہو؟ تم لوگوں نے جو یہ آرڈیننس جاری کیا ہے قرآن سے دیکھ کر ہمیں بتاؤ کہ تمہیں یہ کیا لگتا ہے، کیا قرآن اس آرڈیننس کے پیچھے ہے یا اس کے مخالف کھڑا ہوا ہے؟ یہ تھا فیصلہ والا مسئلہ اور صرف مرکزی نکتہ اتنا تھا کہ قرآن کریم کی رو سے کسی انسان کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو قرآن کریم کو سچا تسلیم کرتا ہو اور واجب التعمیل سمجھتا ہو اور یہ ایمان رکھتا ہو کہ قرآن کریم کا حکم ماننا ضروری ہے اس کو قرآن کریم پر عمل کرنے سے کسی رنگ میں بھی محروم کر سکتا ہے یا نہیں؟ یہ دوٹوک اتنی بات تھی صرف اور اپنے متعلق کچھ نہیں پوچھا گیا تھا ان کے فیصلہ کو چیلنج کیا گیا تھا کہ تمہارے غلط فیصلے ہو رہے ہیں اور تم اپنی قوم پر ظلم کر رہے ہو۔ ایک ایسے آمر کو جس کا آمریت کا جواز عوام الناس کی طرف سے بھی نہیں ملتا اس کو خدا کا نمائندہ بنا رہے ہو، اس کو یہ حق دے رہے ہو کہ وہ شریعت کے متعلق فیصلے کروائے اور شرعی عدالتیں مقرر کرے۔

یہ مسئلہ تھا حل طلب اور اس کے اوپر کوئی بحث نہیں ہوئی۔ حیرت کی بات ہے، وہ سارا فیصلہ آپ پڑھ لیں اس میں اشارۃً بھی یہ بحث موجود نہیں کہ کیوں احمدیوں کے دلائل اس معاملہ میں غلط ہیں؟ قرآن کہاں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ قرآن کریم کو واجب التعمیل سمجھنے والے کو جو ایمان رکھتا ہو قرآن کریم پر عمل ضروری ہے اس کو قرآن کریم پر عمل سے محروم کیا جا سکتا ہے۔

اور دوسری بات یہ پوچھی گئی تھی کہ اگر یہ دیتا ہے فیصلہ تو کہاں دیتا ہے اور کس کو دیتا ہے اختیار؟ کیا جمہور کو اختیار دیتا ہے کہ وہ جسے چاہیں یا ان کے نمائندے جسے چاہیں محروم کر دیں قرآن پر عمل کرنے سے؟ یا نسلی سلطان کو اجازت دیتا ہے؟ یا کسی فوجی آمر کو اجازت دیتا ہے؟ اس کا ذکر کہیں قرآن اور سنت میں ہونا چاہئے تھا، آخر اتنا اہم معاملہ ہے، ایک بندہ کو اس کے مذہبی حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے اور قرآن اور سنت میں اس کا ذکر ہی کہیں نہ ہو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تو اس بات کا کوئی ذکر نہیں۔ جو ذکر ہے وہ گالی گلوچ ہے، ایسی عامیانہ زبان ہے، ایسی بے ہودہ کلامی کی گئی ہے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کہ وہ تو لگتا ہی نہیں کہ کوئی شرفاء کی زبان استعمال کی گئی ہے کجا یہ کہ کوئی عدالت ہو اور عدالت بھی چھوڑیں شرعی عدالت۔

چنانچہ انہوں نے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دے کر کہا ہے وہ یہ کہا ہے کہ جھوٹا ہے نعوذ باللہ من ذلک، خدا پر افترا کرنے والا ہے، مکار ہے، دھوکے باز ہے اور اس لئے

قرآن کریم حق دیتا ہے کہ جو قرآن کو سچا سمجھتے ہیں وہ اس پر عمل نہ کریں۔ اگر دھوکے باز کوئی اور اس کے ماننے والے ہدایت پا جائیں نعوذ باللہ من ذلک اور قرآن پر عمل کا فیصلہ کر لیں اگر یہی شکل بنتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہدایت نہیں اب تمہیں پانے دی جائے گی، قرآن کریم کو سچا سمجھنے کا حق ہی تم سے چھین لیا جائے گا اور سچا سمجھتے ہو تو خدا کا حکم ایک طرف ہوگا اور آمر وقت کا ایک طرف اور آمر کی بات تمہیں ماننی پڑے گی قرآن کو چھوڑنا پڑے گا یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

دوسری دلیل ان کی اس سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ظفر اللہ خاں نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ اس سے کیا تعلق اس بات کا کہ شریعت اسلامیہ کسی آمر کو اجازت دیتی ہے کہ نہیں کہ وہ قرآن پر عمل کرنے سے کسی کو محروم کر دے؟ اگر یہ دلیل درست ہے تو پھر وہ لوگ جو قائداعظم کو کافر اعظم کہتے تھے وہ تو ان کی طرف کھڑے تھے، وہی احرار تھے جو کل تک قائداعظم کو کافر اعظم کہہ رہے تھے (ہفت روزہ چٹان لاہور مؤرخہ ۶ نومبر ۱۹۵۰) اور ان میں سے کسی نے ان کا جنازہ نہیں پڑھا تھا بلکہ وہ تو لعنتیں ڈالنے والے لوگ تھے، وہ تو کہتے تھے کہ سب سے بڑا ظلم کیا ہے اسلام پر جو پاکستان بنا دیا قائداعظم نے اور وہ قائداعظم کو کافر اور اس کے پاکستان کو پلیدستان کہتے تھے۔ (خطبہ صدارت شیخ حسام الدین از تاریخ احرار مرتبہ امیر افضل حق صفحہ ۵۹ ناشر مکتبہ احرار اسلام مارچ ۱۹۶۸) ان کے متعلق پھر کیا حکم ہوگا شرعی عدالت کا؟ نہ جنازہ پڑھنے والے سے اگر یہ سلوک کرتا ہے قرآن کریم یعنی قائداعظم کا جو جنازہ نہیں پڑھے گا اس کے متعلق پیشگوئی ہے کہ یہ اس سے ہو جانا چاہئے تو پھر جو اس کو کافر اعظم کہتے ہیں، جو اس کے بنائے ہوئے ملک کو پلیدستان کہتے ہیں ان کے متعلق بھی آخر کوئی سلوک ہونا چاہئے! وہ بھی نکالیں اور پھر آگے بڑھیں۔

واقعہ یہ ہے کہ پلیدستان کہنے والے آج زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح پلیدستان بن جائے کیونکہ جو حرکتیں ہیں وہ پاکستان والی نہیں ہیں۔ پوری کوشش ہے کہ ہم بنا کے دکھا دیں اور بعد میں کہیں کہ دیکھو ہم کہتے نہیں تھے کہ پلیدستان بنے گا۔ قائداعظم مرحوم بیچارے نے تو پاکستان ہی بنایا تھا لیکن اب ایسے لوگ اوپر آ گئے ہیں جو فیصلہ کر کے آئے ہیں کہ ہم نے اس کو پلیدستان بنا کر چھوڑنا ہے کیونکہ جو رویہ ہے، جو طرز ہے وہ ساری یہی ہے۔

جہاں تک طرز کلام کی بات ہے یہ طرز کلام تو وہی ہے جو گزشتہ زمانوں میں ہمیشہ سے

خدا کے انبیاء کے مخالفین اختیار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم اس کا پورا ریکارڈ رکھتا ہے، ایک بڑی تفصیلی تاریخ بیان فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ (الفرقان: ۵)

فرماتا ہے کہ یہ لوگ جو تیرا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰىهُ یہ تو ایک بہت بڑا جھوٹ ہے جو اس نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے، نہ خدا نے کلام کیا، نہ کوئی بات ہوئی، گھر بیٹھے خدا کی طرف باتیں منسوب کرنے لگ گیا ہے۔ دیکھ لیجئے نوائے وقت کے عنوانات پڑھ لیں اور جنگ کے عنوانات پڑھ لیں اور فیصلہ کریں کہ کیا اس زبان میں اور اس زبان میں کوئی اور فرق ہے؟ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ فرماتا ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ظلم لے کر آئے ہیں اور شدید جھوٹ بولتے ہوئے آئے ہیں ظلم کے ساتھ آئے ہیں ۔ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ اور وہ یہ کہتے ہیں کہ پرانے اس قسم کے جھوٹے لوگ ہوتے چلے آئیں ہیں، پہلے بھی آئے تھے بہت سے جھوٹے یہ ایسی باتیں ہیں کہ اس کو پڑھانے والے پڑھایا کرتے تھے یہ اپنی طرف سے باتیں نہیں کرتا۔ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ (سبا: ۴۴)

دوسری ایک یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب سے اکھیڑتے ہیں ہمیں اور اس وجہ سے یہ حق ہے ایک آمر کو وہ تبلیغ روک دے ایک یہ دلیل ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ یہ دلیل تو دشمن دین دیا کرتے ہیں۔ حق کے دشمن دیا کرتے ہیں کیونکہ جہاں تک حق کا تعلق ہے اس کو تو تبلیغ سے کوئی خوف نہیں۔ یہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلام تو نہیں تھے جو لوگوں کو مکہ آنے سے روکتے تھے کہ تم ہمیں آکر تبلیغ کرتے ہو ہم تمہیں ماریں گے۔ طائف والے کچھ اور لوگ

تھے جن کی شکلیں ہی اور تھیں وہ روکا کرتے تھے کہ ہمارے شہر میں نہیں آنا تم نے۔ تم تبلیغ کرتے ہو اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین سے ہمیں منحرف کرتے ہو چنانچہ فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ جب ان کے اوپر کھلے کھلے ہمارے نشانات پڑھے جاتے ہیں وہ کہتے ہیں قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ کہ نبی ولی کوئی نہیں انسان ہے صرف ایک عام تمہاری طرح کا۔ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّکُمْ عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُکُمْ صرف یہ چاہتا ہے کہ تمہارے دین سے تمہیں منحرف کر دے، اس دین سے منحرف کر دے جو تمہارے باپ دادا مانتے چلے آئے تھے۔ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْکٌ مُّفْتَرًی وہ کہتے ہیں کہ سوائے اس کے کہ ایک جھوٹ ہے جو خود بخود گھڑ لیا گیا ہو اس کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا جب حق ان کے پاس آیا تو انہوں نے یہ کہا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یہ تو جادوگری اور جھوٹ ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ پھر اور بھی بہت سے لفظ ہیں جو استعمال کئے گئے مجنون اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ (الحجر:۷) کہ تو تو پاگل ہو گیا ہے۔ تجھے تو مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور غیروں نے بھی پھر یہی آواز پکڑی۔ آج تک اسلام کے شدید دشمن گندہ ذہن یہی باتیں آنحضور ﷺ کے متعلق استعمال کرتے ہیں۔

اس کثرت سے اس مضمون کی آیات ہیں کہ ناممکن ہے کہ ایک جگہ وہ ساری آیات پڑھ کر سنا دی جائیں لیکن قرآن کریم جو جواب سکھاتا ہے وہ ایسا ہے جو ہمیشہ کے لئے زندہ جواب ہے، جب بھی ایسی صورتِ حال پیدا ہو تو وہی جواب ہے جو ہمیں دنیا چاہئے۔ فرماتا ہے اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ اے محمد ﷺ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ تو نے جھوٹ بنالیا ہے، مفتری ہے تو؟ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَلَا تَمْلِکُوْنَ لِیْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا اگر میں نے جھوٹ بنالیا ہے تو یہ سوال نہیں ہے کہ تم مارو سوال یہ ہے کہ تم بچانا بھی چاہو تو اللہ سے مجھے بچا نہیں سکو گے۔ کیسا عمدہ جواب ہے! بیک وقت انسان کے دخل کی نفی کر دی گئی ہے دونوں طرف سے، حیرت انگیز کلام ہے۔ یہ نہیں فرماتا کہ ایسی صورت میں تم نہ مجھے مارو اللہ مارے گا۔ فرماتا ہے تمہارا مارنا تو درکنار اگر تم سارے میری حفاظت پر بھی مامور ہو جاؤ گے اور اپنی ساری طاقتیں مجھے بچانے کے لئے استعمال کرو گے تب بھی نہیں بچا سکو گے مجھے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم بیہودہ سرائی کرتے

ہو اور گندے کلام کرتے ہو۔ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان وہی کافی ہے گواہ اللہ جو بہتر جانتا ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے یا نہیں بھیجا وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الاحقاف:۹) اور بہت مغفرت کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

پھر فرماتا ہے وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ جھوٹا کون ہے گناہ گار کون ہے۔ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ افاک اور اثیم جو کہنے والے ہیں ان کی خدا تعالیٰ تعریف بتاتا ہے کہ افاک اور اثیم ہمارے نزدیک کون ہوا کرتا ہے؟ فرماتا ہے وہ جو اللہ کے نشانات کو سنتا ہے پھر تکبر کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر منہ موڑ لیتا ہے اور اصرار کرتا ہے اپنے تکبر پر اس طرح طرز عمل اختیار کرتا ہے جیسا اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ اس کو عذاب الیم کی خوش خبری دے دو۔ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اور دوسری علامت ان لوگوں کی وہ ہے کہ خدا کے کلام کی باتیں ہورہی ہوتی ہیں۔ یہ بحث ہوتی ہے کہ اللہ نے کسی سے کچھ کہا یا نہیں کہا وہ کوئی تمسخر کا وقت تو نہیں ہے۔ فرماتا ہے ایسے موقع پر یہ تمسخر شروع کر دیتے ہیں اور یہ ایک ایسی عادت مستمرہ ہے جھوٹے لوگوں کی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت ﷺ کے وقت تک کی جو تاریخ قرآن نے محفوظ فرمائی اس میں ایک بھی استثناء قرآن نہیں بتاتا۔ انبیاء استہزا نہیں کرتے ان سے، جب وہ قرآن کی باتیں کرتے ہیں وہ سنجیدگی سے ان کو جواب دیتے ہیں، جب وہ پہلی کتابوں کی باتیں کرتے ہیں وہ سنجیدگی سے ان کو جواب دیتے ہیں، جب وہ مذہب اور دین اور آخرت اور ان سنجیدہ امور کی گفتگو کرتے ہیں حوالے دیکر کتب سے جن کا انسان کی زندگی اور مابعد الموت سے تعلق ہے تو وہ بڑی سنجیدگی سے اس کلام کا جواب دیتے ہیں لیکن ایک گروہ ایسا ہے جو تمسخر سے پہچانا جاتا ہے، گندی گالیاں دینے والا، جھوٹ بولنے والا اور تمسخر کرنے والا۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (الجاثیہ:۸۔۱۰) ان کے لئے مُّهِيْنٌ عذاب مقرر ہے۔ مُّهِيْنٌ سے مراد ہے جو چھوٹا کر دینے والا، ذلیل اور رسوا کر دینے والا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے: اِنِّیْ مُهِيْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ (تذکرہ صفحہ:۲۷) میں اسے ذلیل ورسوا کروں گا جو تجھے ذلیل ورسوا کرنے کا ارادہ کرتا

ہے۔تو کیسا برموقع ہے یہ الہام انہیں لوگوں کے متعلق ہے جو انکار کرتے ہیں قرآن کریم یہ محاورہ استعمال فرماتا ہے أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے ایمان لانے والوں کا تعلق ہے قرآن کریم ان کے متعلق فرماتا ہے وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا ان کا اور غیروں کا مقابلہ جو چل پڑا جو لوگ ایمان لے آئے اُن کے اور غیروں کے درمیان کیسے فرق ہوگا، کون فیصلہ کرے گا؟ اس کے متعلق قرآن کریم فرمارہا ہے وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ اعلان کیا جارہا ہے کہ اگر تم میں سے ایک گروہ اُس بات پر ایمان لے آیا ہے جسے میں لے کر آیا ہوں، جس کی خاطر مجھے بھیجا گیا ہے وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوا اور ایک گروہ ہے جو نہیں ایمان لایا۔یہی شکل پیدا ہوا کرتی ہے جب بھی کوئی خدا کی طرف سے دعویٰ کرتا ہے، تو دنیا پھر دو گروہوں میں بٹ جاتی ہے، ایک ایمان لانے والا اور ایک نہ ایمان لانے والا ہے۔اس کا علاج کیا ہے؟ کوئی اعلان جنگ نہیں کوئی گالی گلوچ کا اعلان نہیں ہے۔فرمایا فَاصْبِرُوا حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝ (الاعراف:۸۸) تم پھر ایسے موقع پر صبر سے کام لو انتظار کرو۔کیونکہ ایسے موقع پر ضرور فیصلے کیا کرتا ہے جب تک خدا فیصلہ نہ فرمادے اب ان دو گروہوں کے درمیان کوئی لڑائی نہیں ہے خدا کے فیصلے کا انتظار کرو۔وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ اور وہ بہترین فیصلے فرمانے والا ہے۔

ان امور کی روشنی میں ناممکن تھا کہ کوئی احمدی کسی بھی دنیا کی عدالت میں خواہ اس کا کوئی بھی نام ہو یہ معاملہ لے کر جاتا کہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کریں کہ ہم سچے ہیں یا ہمارا مخالف سچا ہے، اعتقادات کے لحاظ سے۔دنیاوی معاملات میں تو ایک مسلمان کو غیر مسلم کی عدالت میں جانا پڑتا ہے۔اپنے سے اختلاف رکھنے والے کی عدالت میں جانا پڑتا ہے اور دنیاوی معاملات میں اسلام مذہب کی تفریق ہی کوئی نہیں کرتا، یہودی آنحضور ﷺ کی عدالت میں آجایا کرتے تھے فیصلوں کے لئے۔خلیفہ وقت اپنے مخالف فریق کو اختیار دیتا ہے کہ تم چن لو کوئی نمائندے ہم فیصلہ کرواتے ہیں لیکن دنیاوی امور میں تو ان لوگوں کے بعد جہاں تک قرآن کا حکم ہے اس معاملہ میں کوئی فیصلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔دنیاوی امور تک ٹھیک ہے اور یہ بھی ممکن ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ

تسلیم کیا کہ یہ فیصلہ قرآن سے کرلو کہ قرآن کس کو اجازت دیتا ہے اور کیا اجازت دیتا ہے اس قسم کے امور میں؟ لیکن عقیدوں کے معاملہ میں تمہاری بات نہیں مانی جائے گی۔ اگر اصول میں تم نے دخل دیا اور وہ اصول قرآن کی رو سے صحیح ثابت نہ ہو تو میں پابند نہیں ہوں کہ تمہاری بات مانوں قرآن کی بات چلے گی تمہاری نہیں چلے گی۔

تو خاص شرطوں کے ساتھ اور یہ شرطیں لازم ہیں ہر مسلمان پر صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا معاملہ نہیں تھا ہر مسلمان کے لئے یہی حکم ہے۔ تم غیروں کی عدالت میں دوسروں کی عدالت میں آپس کے جھگڑے طے کرنے کی خاطر صلح کی خاطر، امن کی خاطر، مقدمے لے جاسکتے ہو لیکن یہ اجازت نہیں ہوسکتی کسی فریق کو کہ وہ قرآن کے فیصلے کے خلاف تم سے بات کرے اور پھر تمہیں وہ بات واجب التعمیل ہو اور تمہیں تسلیم کرنا ضروری ہو۔ تم اس صورت میں آزاد ہو جاتے ہو۔ بہر حال نہ وہ اس غرض سے گئے نہ کوئی احمدی کسی دنیا کی عدالت کا یہ حق تسلیم کرتا ہے اور اصل موضوع کو چھوڑ کر بالکل بے تعلق باتیں اور گالی گلوچ شروع کر دی۔

یہ باتیں دیکھ کر مجھے جسٹس کیانی یاد آ گئے بڑے وہ دلچسپ انسان تھے بڑا اونچا ان کا علم بھی اور عدالت کا مقام بھی، ان کا فہم اور ان کی پہنچ اور نہایت لطیف باتیں کرنے والے تھے۔ انہوں نے مولوی کے متعلق بعض باتیں بیان کی ہیں۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ مولوی جہاں بھی ہو جس طرح بھی ہو اس کا جو نام رکھ لو، جس زمانہ کا ہو وہ وہی رہتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ عدالت کے باہر ہو یا عدالت کے اندر ہو، عادل کہلائے یا غیر عادل کہلائے، مولوی مولوی ہی رہے گا اور دوسرا ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا زمانہ سے بھی تعلق نہیں۔ ان کا ایمان تھا کہ ہر زمانہ کا مولوی ایک جیسا ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو اپنے خاص لطیف انداز میں بیان کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ زمانے بدل گئے اور بہت سی تبدیلیاں آ گئیں، نئے نئے مضمون آ گئے دنیا میں اور بظاہر مولوی بھی بدل گئے۔ کہتے ہیں لیکن بظاہر بدلے، جہاں تک مضمون کا افتادِ طبع کا تعلق ہے ان کی دلچسپیوں اور ان کے موضوعات کا تعلق ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ کہتے ہیں آج بھی ان کی دلچسپی کا مضمون روڑا ہی ہے کہ روڑا کو کس طرح استعمال کرنا چاہئے؟ صرف بدلی ہے تو اصطلاح بدلی ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ بحث ہوا کرتی تھیں دائیں سے بائیں یا بائیں سے دائیں؟ ماڈرن مولوی یہ بحث کرتا ہے کہ کلاک

وائز (Clock Wise) یا اینٹی کلاک وائز (Anti Clock Wise) اس کے سوا اور کوئی تبدیلی نہیں ہوئی مولوی میں۔

ان کے مضمون پر آپ غور کریں یہ مذاق نہیں ہے ایک بڑا گہرا مضمون بتایا گیا ہے ملّائیت کے تصور کے متعلق کہ ملائیت کی حقیقت کیا ہے۔ وہ بھیس بدلتی رہتی ہے زمانے کے مطابق وہ لیکن اس کی اصلیت نہیں بدلتی۔ ایک رجحان ہے ایک ذہنیت ہے اس کا نام ملائیت ہے۔ چنانچہ اسی اصول کو اگر آپ چسپاں کر کے دیکھیں تو اُن کا مطلب یہ ہے کہ اگر قاضی شریح جس نے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ اور آپ کی آل پر فتویٰ دیا تھا اس زمانہ میں قاضی کہلاتا تھا، اگر وہ آج پیدا ہوتا تو اس کا نام جسٹس ہوتا لیکن جسٹس کہلانے سے اس کی شریحیت تو نہیں بدل سکتی تھی جس قسم کے قاضی پہلے پیدا ہوئے ویسے ہی قاضی پیدا ہوتے رہتے ہیں اور اگر تقویٰ نہ ہو تو نہ قاضی کہلانے سے اس کے اندر کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ مولوی کہلانے سے فرق پڑتا ہے۔ نہ جسٹس کہلانے سے فرق پڑتا ہے۔ قرآن کریم تقویٰ کی شرط پیش کرتا ہے۔ تقویٰ کے بغیر کوئی بھی مضمون باقی نہیں رہتا۔ جہاں تک گالیوں کا تعلق ہے ایک احمدی تو گالیوں کا جواب گالیوں سے نہیں دے گا اس لئے اس فیصلہ کے خلاف کیا اپیل ہوگی جو گالیاں ہیں۔

ایک دفعہ سندھ میں جہاں ہم ہندوؤں میں تبلیغ کرتے ہیں وہاں کا ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا ایک علاقے میں جہاں خدا کے فضل سے بکثرت ہندو مسلمان ہونے شروع ہوئے، کلمہ پڑھنے لگے، شرک چھوڑا۔ علما کو پتہ چلا تو انہیں بہت غصہ آیا انہوں نے کہا یہ احمدی ہوتے کون ہیں کہ ہندوؤں میں تبلیغ شروع کر دی ہے اور ہندوؤں کو کلمہ پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک جماعت اسلامی کے مولوی صاحب ایک گاؤں میں جا پہنچے جس کا نام پھول پورہ ہے اور وہاں کی آدھے سے زیادہ آبادی احمدی ہو چکی تھی اللہ کے فضل سے اور نمازیں پڑھنے لگ گئے تھے اور درود بھیجتے تھے آنحضور ﷺ پر اور بچے بھی کلمہ پڑھتے تھے نہایت ہی پیاری آواز میں۔ تو مولوی صاحب وہاں پہنچے اور احمدیوں کے خلاف گندہ دہنی شروع کر دی۔ سٹیج لگایا اور اتنی گالیاں دیں کہ وہ حیران ہو کر تعجب سے دیکھتے رہے کہ ہوا کیا ہے مولوی صاحب کو ہم تو سمجھے تھے کہ اسلام کی باتیں بتائیں گے کچھ اپنے مذہب میں آنے کی دعوت دیں گے۔ یہ تو ان کو گالیاں دے رہے ہے۔ چنانچہ گاؤں کا نمبر دار تھا وہ بھی ہندو ہی تھا وہ اُٹھ کر کھڑا

ہو گیا۔اس نے کہا مولوی صاحب! پہلے میری ایک بات سُن لیں اسکے بعد باقی باتیں۔ بات میں یہ کہنا چاہتا ہو کہ جب یہ لوگ یہاں آئے تھے ہمیں مسلمان بنانے کے لئے تو انہوں نے ہمیں بہت پیاری پیاری باتیں بتائی تھیں، اللہ کا ذکر کرتے تھے محبت سے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے، خدا کے پیار کی باتیں کرتے تھے، اپنے نبی کی پیار کی باتیں کرتے تھے اور کہتے تھے خدا کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کا بندہ اور رسول ہے اور سب نبیوں سے افضل ہے اور پھر اسلام کے اخلاق کی باتیں کرتے تھے کہتے تھے سب بھائی بھائی ہیں، کوئی دشمنی نہیں، کوئی نفرت نہیں تو ان باتوں نے ہمارے دل جیتنے شروع کئے۔اگر چہ میں ابھی تک مسلمان نہیں ہوا لیکن میرا گاؤں میری آنکھوں کے سامنے مسلمان ہو رہا ہے اور میں نے کبھی نہیں روکا کسی کو کیونکہ کوئی ایک بھی ایسی بات نہیں جس پر مجھے اعتراض ہو اس لئے میں نے کوئی دخل نہیں دیا لیکن آج آپ ایک اسلام کا تصور لے کر آئے ہیں اور اس میں آپ گندی گالیاں دے رہے ہیں تو اگر سچائی کی یہی دلیل ہے تو اس نے کہا کہ میرا لڑکا میرے پاس ہے میں اس کا دوسری طرف سٹیج لگوا دیتا ہوں اور گالیوں میں اس سے مقابلہ آپ کر لیں لیکن شرط یہ ہے کہ اگر میرا بیٹا جیت گیا تو آپ پھر ہندو ہو جائیں اور اگر آپ جیت گئے تو میں اور میرا بیٹا مسلمان ہو جائیں گے کیونکہ گالیوں کے سوا دلیل ہی کوئی نہیں دے رہے آپ یہ بھی اس کی خوش قسمتی تھی کہ مولوی صاحب نہیں مانے یہ بات ورنہ جس قسم کی زبان استعمال کرتے ہیں بیٹے نے ہار جانا تھا۔اگر کسی کو یقین نہیں آتا تو وہ ربوہ میں انصاراللہ اور خدام الاحمدیہ کے اجتماع بند کر کے جس جلسے کی مولویوں کو اجازت دی ہے حکومت نے اسکی Tape سن لے کوئی۔اس قدر گندہ ذہنی ہے، اس قدر جھوٹے الزامات اور اتہامات کو آپ ایک طرف چھوڑیں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر خلفائے سلسلہ کے متعلق ایسی ناپاک اور ایسی گندی زبان استعمال کی ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ پھول پورہ کا کوئی ہندو بھی اس مقابلہ میں جیت سکے۔یہ حالات ہو چکے ہیں! یہاں تک قوم پہنچ رہی ہے اس کو نظر نہیں آرہا کہ ہم کہاں چلے گئے ہیں اور کیا ہمارا حال ہو چکا ہے؟

جہاں تک قضاء کا تعلق ہے دنیا کی عدالتیں فیصلے کیا کرتیں ہیں اور بعض دفعہ خدا کے بندوں کے خلاف فیصلے کیا کرتی ہیں، اس سے کوئی انکار نہیں لیکن احکم الحاکمین کے فیصلے بھی ضرور پیچھے آیا

کرتے ہیں اور جب خدا کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے تو پھر قوموں کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ ان مخالف قوموں کا جو تکبر میں آ کر اللہ اور اس کے بندوں کے خلاف فیصلے دیتی ہیں۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ایک اسی قسم کے فیصلہ کا ذکر ہے جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے ماننے والوں کے خلاف فیصلہ دیا تو اس وقت انہوں نے جواب یہ دیا۔

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ اور یہ بہت ہی عمدہ طرز کلام ہے اور نہایت ہی پیارا اور فصاحت و بلاغت کا ایک عظیم الشان مرقع اس کا ہے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ کا عملاً یہ معنی بنتا ہے کہ جس فیصلے پر تو تلا بیٹھا ہے قاضٍ تو نے کرنا ہی کرنا ہے، تو ظاہر کر دے اس فیصلہ سے مراد یہ ہے کہ تو عدالت کی کرسی پر نہیں بیٹھا ہوا۔ تو نے ایک بہانہ بنایا ہے اور ایک تمسخر ہے فیصلوں کے ساتھ پہلے ہی سے نیت ہے تیری یہ فیصلہ دینے کی فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ جس فیصلہ کی تو نیت لئے بیٹھا ہے، جو تو نے کرنا ہی ہے تو کر دے اس کو۔ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ (طٰہٰ: ۷۳) تو صرف دُنیا کا فیصلہ کر سکتا ہے اس سے آگے کا نہیں کر سکتا چھوٹی سی آیت میں ایک حکمتوں کا سمندر بند ہے اس میں اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ کا مطلب ہے کہ اس دنیا کے معاملات میں تو تیرا زور چل جائے گا۔ ہمیں سزائیں مل جائیں گی، ہمارے خلاف کچھ بد ارادے ہیں جن پر عمل کیا جائے گا لیکن اس سے زیادہ کا تیرا کوئی زور نہیں اور دوسرا معنی یہ ہے تو دنیا کی چیز ہے، دنیا کے معاملات کے بارہ میں فیصلہ کر سکتا ہے، مذہب کے ساتھ تیرا تعلق ہی کوئی نہیں تو اس دنیا کی باتیں کر ٹھیک ہے لیکن مذہب میں کیا تعلق ہے تیرا! دنیاوی سلطنتوں کو، دنیاوی بادشاہتوں اور عدالتوں کو مذہب کے معاملہ میں دخل اندازی کا کیا حق ہے اور اگر وہ کریں گے تو اس دنیا میں ان کا فیصلہ رہ جائے گا۔ قیامت کے دن دنیا کا کیا ہوا کوئی مذہبی فیصلہ آگے نہیں چل سکتا هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ؕ نے بتایا کہ تیرے فیصلوں کی پہنچ یہاں تک ہے بس، قبر کے آگے تیرا فیصلہ نہیں گزر سکتا اور پھر احکم الحاکمین کے ہاتھ میں فیصلہ چلا جاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَقَضَیْنَآ اِلَیْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ مضمون یہ ہے کہ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِیْنَ (الحجر: ۶۷) کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے بھی ایک فیصلہ کیا ہے

اور اس فیصلہ کی طرز اپنے نبی پر اس فیصلے کا اظہار کر دیا ہے۔ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک فیصلہ کیا اور پھر اپنے نبی پر اس فیصلے کا اظہار فرما دیا وہ فیصلہ کیا تھا؟ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ کہ ان کے متعلق فیصلہ یہ ہے کہ ان کی جڑیں کاٹی جائیں گی۔

اور مُّصْبِحِيْنَ کا لفظ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ ایک تو یہ قرآن کریم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اکثر قوموں پر عذاب رات کے پچھلے پہر آئے ہیں جب کہ صبح ہونے والی تھی اور جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور پیشگوئیوں کا تعلق ہے وہاں بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ رات کے پچھلے پہر دفعۃً اچانک، غیر متوقع طور پر خدا تعالیٰ کی پکڑ آئے گی۔ اس کثرت سے تذکرہ میں یہ مذکور ہے کہ اس میں کوئی حکمت ہے۔

پچھلے پہر عذاب آنے میں کئی باتیں ہیں قابل غور۔ اس کو مُصۡبِحِيۡنَ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اور پھر فرماتا ہے فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ (الصافات: ۱۷۸) جن کو ڈرایا گیا تھا اُن کی کیسی صبح طلوع ہوئی؟ تو انقلاب کے لئے جو ایک روحانی انقلاب برپا ہونا ہوتا ہے اس کے لئے یہ بہترین وقت ہے۔ ایک طرف ظالم صبح کی انتظار کر رہا ہوتا ہے اور ایک طرف مظلوم صبح کی انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ تو ان کی تباہی اور مظلوم کی صبح کے درمیان فاصلہ کوئی نہیں ہوتا ہے۔ یعنی یہ ایسے وقت میں تباہی آتی ہے کہ اس کے ساتھ ہی مظلوم کی صبح کا سورج طلوع ہو رہا ہوتا ہے اور ان کی صبح ایسی بدتر ہوتی ہے کہ رات سے بھی بدتر صبح آتی ہے۔ ایسی صبح آتی ہے جیسے ایک عرب شاعر نے کہا ہے:

اَلا اَيُّهَا اللَّيۡلُ الطَّوِيۡلُ اَنۡجَلِيۡ
بِصُبۡحٍ فَمَا الۡاِ صۡبَاحُ مِنۡكِ بِاَمۡثَلِيۡ

اے لمبی تاریک رات صبح میں تبدیل ہو جا فما الاصباح منک بامثلی ۔لیکن ٹھہر! صبح بھی کون سی تجھ سے بہتر آنے والی ہے وہ بھی تجھ سے بدتر آئے گی۔ تو اس شعر کا اطلاق کسی اور پر ہو یا نہ ہو لیکن خدا تعالیٰ کے دشمنوں پر ضرور ہوتا ہے اور ایک ہی وقت میں ایک قوم کے لئے حقیقی صبح طلوع ہو رہی ہوتی ہے اور ایک قوم کے لئے رات سے بدتر صبح طلوع ہو رہی ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ جن کو ڈرایا جاتا ہے ان کے لئے کیسی ہی بدبخت صبح ہے جو ان

کے لئے آئی ہے اور پھر فرماتا ہے:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۲۶ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝۲۷ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝۲۸ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۲۹ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝۳۰ (الدخان:۲۶-۳۰)

کتنے ہی جنات، کیسے باغات اور چشمے تھے جو انہوں نے اپنے پیچھے چھوڑے وَّزُرُوْعٍ اور لہلہاتی کھیتیاں تھیں وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ اور عزتوں کے مقامات تھے ان کے پاس وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ اور ایسی ایسی نعمتیں تھیں کہ جن میں وہ زندگی کے تعیش لوٹ رہے تھے كَذٰلِكَ یقیناً اسی طرح تھا وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۲۹ لیکن دیکھو ہم نے ان کا کسی اور قوم کو وارث بنا دیا کیونکہ وہ اس بات کے اہل نہیں تھے کہ وہ ان چیزوں کو اپنے پاس رکھیں امانت میں خیانت کرنے والے لوگ تھے اس لئے خدا نے وہ امانت ان سے چھین لی وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝۲۹ اور قومیں ایسی ہوتی ہیں جن سے ان کی نعمتیں چھین کر دوسروں کو دے دی جاتی ہیں لیکن فرمایا ان کا اور ان قوموں کا ایک فرق ہے بعض قوموں کے جب دن پھرتے ہیں! دن بدل جاتے ہیں، جب ان کے بلندی کے زمانے تنزل میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو بعض دفعہ صدیاں چھوڑ کر ہزاروں سال لوگ انکی اس حالت پر روتے ہیں، وقت یاد کرتے ہیں، کیسے کیسے عظیم الشان وقت تھے وہ آئے اور ہاتھوں سے نکل گئے۔

بغداد پر جو تباہی آئی اس کو سینکڑوں سال ہو چکے ہیں آج تک لوگ اس تباہی کے اوپر روتے ہیں اور آنسو بہاتے ہیں۔ سپین پر جو تباہی آئی اور مسلمانوں سے حکومت چھینی گئی، کتنا دردناک واقع گزرا ہے؟ آج تک مسلمان جب اس تاریخ کو پڑھتے ہیں تو ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اسی طرح رومن امپائر کو رونے والے دنیا میں موجود ہیں مگر فرمایا کہ وہ لوگ جو خدا کے انبیاء کا انکار کرتے ہیں ان کی ہلاکت اور ان ہلاکتوں میں ایک فرق ہے، ان کو کوئی رونے والا نہیں ہوا کرتا جو بعد میں آئے فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ نہ ان پر آسمان روئے گا اور نہ ان پر

زمین روئے گی۔نہ کبھی آسمان ان پر رویا اور نہ کبھی زمین نے ان پر آنسو بہائے وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ اور پھر وہ کبھی مہلت نہیں دیئے گئے ۔کیسا عظیم الشان ایک اظہار ہے اور اتنا ہی دردناک ہے۔

آپ انبیاء کی تاریخ پڑھ لیں دنیا کی قوموں پر خواہ وہ ظالم بھی ہوں اگر وہ انبیاء سے نہیں ٹکرائیں تو ان پر رونے والے آپ کو ملیں گے لیکن ان قوموں پر جو انبیاء سے ٹکرلے کر ماری گئی ہیں ان پر کوئی رونے والا آپ کو نہیں ملے گا۔ وہ لوگ جو نوح علیہ السلام کے مقابل پر آ کر ہلاک ہوئے اور غرق کئے گئے ان کے تذکرے آپ پڑھتے ہیں اور تمام دنیا کی کتابوں میں اور تمام کہانیوں میں ان کا ذکر ملتا ہے لیکن ایک بھی آنکھ ایسی نہیں جو ان لوگوں پر آنسو بہاتی ہو۔آج اگر کسی ایسے علاقے میں بھی جہاں سیاسی لحاظ سے دشمن قابض ہوں وہاں بھی اگر (Flood) زیادہ آ جائے اور دو چار سو جانیں ہلاک ہو جائیں تو مخالف نظریہ رکھنے والے بھی رو پڑتے ہیں بعض دفعہ۔ عام تباہیاں جو ہیں دنیا کی ان میں پھر اپنے اختلافات بھول جاتے ہیں اب دیکھیں وہاں اتھوپیا میں، ایسے سینیا میں وہ ایک اشتراکی ملک ہے، بڑا سخت مخالف ہے لیکن اس کے باوجود چونکہ ایک تباہی عام ہے یہاں یورپ میں انگلستان میں اور امریکہ میں ان کے حالات پر لوگ آنسو بہا رہے ہیں اور قربانیاں بھی پیش کر رہے ہیں لیکن یہ ایک عجیب استثناء ہے کہ وہ قومیں جو خدا کے انبیاء سے ٹکراتی ہیں اور اس جرم میں ہلاک کی جاتی ہیں ان پر کبھی کسی آنکھ نے آنسو نہیں بہائے۔سماء سے مراد روحانی لوگ ہیں اور ارض سے مراد زمینی لوگ ہیں۔ مراد یہ ہے یہ ایسے بدبخت لوگ ہوتے ہیں کہ نہ ان پر پھر آسمانی لوگ آنسو بہاتے ہیں نہ ان پر زمینی لوگ آنسو بہاتے ہیں۔

پس جہاں تک جماعت احمدیہ کا تعلق ہے ہم نے تو مذہب قرآن سے سیکھا ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے۔قرآن جس مذہب کی تاریخ پیش کر رہا ہے وہی تاریخ ہے جو ہمارے لئے ایک سند ہے اور اگر ہماری تاریخ بھی اسی خون سے لکھی جائے جس خون سے پہلے انبیاء کے ماننے والوں کی تاریخ لکھی گئی تھی تو یہ ایک بہت ہی بابرکت مقام ہوگا، بہت ہی عزت اور شرف کا مقام ہوگا لیکن اس تاریخ پر ہم قرآن کریم کی زبان میں لعنت ڈالتے ہیں جو انبیاء کے منکرین کی تاریخ ہے۔ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ (المومنون: ۴۲) ہلاکت ہو، لعنت ہو ان لوگوں پر جنہوں نے ظلم کی راہ

اختیار کی اور قرآن کریم بار بار اس بات کو دوہراتا ہے اور بار بار بڑے دردناک طریق پر لوگوں کو جگانے کی کوشش کرتا ہے کہ جب بھی خدا کی طرف سے کوئی آئے اس کی مخالفت مول نہ لو اس سے شرافت اور نجابت کا سلوک کرو۔ اگر تمہیں نہیں یقین آتا تو ایک طرف ہٹ جاؤ لیکن تمہارا یہ حق نہیں ہے کہ گندہ کلامی کر کے خدا تعالیٰ کے عذاب کو سہیڑ لو۔ لیکن عجیب بدقسمتی ہے انسان کی کہ بار بار پھر اسی تاریخ کو اپنانے کی کوشش کرتا ہے جو مغضوب کی تاریخ ہے، جو ضالین کی تاریخ ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس معاملہ کو بڑی وضاحت سے دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''خدا تعالیٰ کا اپنے مجرموں سے دو قسم کا معاملہ ہے اور مجرم دو قسم کے ہیں ایک وہ مجرم ہیں جو حد سے زیادہ نہیں بڑھتے اور گو نہایت درجہ کے تعصب سے ضلالت کو نہیں چھوڑتے مگر وہ ظلم اور ایذاء کے طریقوں میں ایک معمولی درجہ تک رہتے ہیں اور اپنے جور و ستم اور بے باکی کو انتہاء تک نہیں پہنچاتے۔ پس وہ تو اپنی سزا قیامت کو پائیں گے اور خدائے علیم ان کو اس جگہ نہیں پکڑتا کیونکہ ان کی روش میں حد سے زیادہ سختی نہیں۔ لہٰذا ایسے گناہوں کی سزا کے لئے صرف ایک ہی دن مقرر ہے جو یوم المجازات اور یوم الدین اور یوم الفصل کہلاتا ہے۔ دوسری قسم کے وہ مجرم ہیں جو ظلم اور ستم اور شوخی اور بے باکی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے ماموروں اور رسولوں اور راستبازوں کو درندوں کی طرح پھاڑ ڈالیں اور دنیا سے ان کا نام و نشان مٹا دیں اور ان کو آگ کی طرح بھسم کر ڈالیں۔ ایسے مجرموں کے لئے جن کا غضب انتہاء تک پہنچ جاتا ہے سنت اللہ یہی ہے کہ اسی دنیا میں خدا تعالیٰ کا غضب ان پر بھڑکتا ہے اور اسی دنیا میں وہ سزا پاتے ہیں علاوہ اس سزا کے جو قیامت کو ملے گی۔'' (تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴)

پس اب تو وقت ایسا آ رہا ہے، جیسا کہ میں نے بار بار توجہ دلائی تھی آخر میں پھر میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس وقت غضب کو جوش میں لانے کا وقت نہیں ہے رحم کو جوش میں لائیں۔ کیونکہ

غضب کو جوش میں لانے والی حرکتیں جو قوم کر رہی ہے وہ کر ہی رہی ہے۔ یہ وقت بددعاؤں کا نہیں ہے، یہ وقت اس دعا کا ہے کہ اللہ رحم فرمائے ہمارے ہم وطنوں پر اور چند بد قسمتوں کے نتیجہ میں قوم کو سزا نہ ملے۔ اس تیزی سے حالات گندگی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور بے حیائی اور گستاخی اور بے باکی اس طرح سر اٹھا رہی ہے کہ دن بدن مجھے تو یہ خوف پیدا ہو رہا ہے کہ اس ملک پر کب اور کیا آفت ٹوٹے گی اور جو اس آفت کو لانے میں زور لگا رہے ہیں ان کو فکر ہی کوئی نہیں یعنی ان کی فکر بھی ہمیں ہی کرنی پڑ رہی ہے اس لئے جماعت کو میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ ایک تو صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ یہ نہ ہو کہ جماعت کی طرف یہ منسوب ہو سکے کہ جماعت کی بے صبری نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ اس کے نتیجہ میں ملک کی شامت آ گئی حتی المقدور صبر سے کام لیں اور صبر پر قائم رہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، جہاں تک بس چلے اپنی قوم کے لئے دعا کریں اور جو پاکستانی نہیں ہیں وہ پاکستان کے لئے دعا کریں، آخر انسان ہیں وہاں بسنے والے۔ بھاری اکثریت ان مظلوموں کی ہے بھاری اکثریت ناواقفوں کی ہے، ان کو کچھ پتہ ہی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے جو اخبارات جو کچھ لکھ رہے ہیں جو مولوی کی آواز سنتے ہیں بچارے اپنی معصومیت میں وہ ماننے لگ جاتے ہیں اس لئے ان کا معاملہ غفلت کا ہے بالارادہ ظلم کرنے والے لوگ تھوڑے لوگ ہیں۔ ان کے لئے دعا کریں اگر سچی انسانیت ہے تو کسی کے دُکھ میں اس کی سزا میں مزا نہیں آیا کرتا۔ استغفار کی کیفیت تو پیدا ہوتی ہے، اللہ کا خوف بڑھ جاتا ہے لیکن بعض دفعہ جو ائمۃ الکفر ہیں ان کے لئے ضرور استغفار کے ساتھ ایک لذت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم ایسی صورتوں کا بھی ذکر کرتا ہے اور کہ جب بہت حد سے بڑے ہوئے لوگوں پر خدا کی پکڑ آتی ہے تو اس دن مومن جو ہیں وہ فرح محسوس کرتے ہیں وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ (الروم:۵) ان کی طبعیت کشادہ ہو جاتی ہے اور بشاش ہو جاتی ہے لیکن عام حالت نہیں ہے۔ عام حالات میں عذاب اور سزا کے اوپر مومن کا دل کڑھتا ہے اور اپنے بھائی کی تکلیف سے دکھ محسوس کرتا ہے اس لئے اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھیں اور جہاں تک لائحہ عمل کا تعلق ہے میں بار بار بتا چکا ہوں آپ کو ہمارے لئے وہی لائحہ عمل ہے جو قرآن کریم نے پیش فرمایا ہے فرماتا ہے اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۞ اے محمد ﷺ! تجھ سے مذاق کرنے والوں کے لئے،

استہزاء کرنے والوں کے لئے ہم کافی ہیں اَلَّذِیۡنَ یَجۡعَلُوۡنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ ۚ وہ لوگ جنہوں نے خدا کے سوا معبود بنا لئے ہیں بعض دفعہ بندوں کو بنا لیتے ہیں بعض دفعہ خواہشات کو بنا لیتے ہیں فَسَوۡفَ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۷﴾ وہ ضرور، یقیناً جان لیں گے کہ وہ گھاٹے والے ہیں۔ وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۸﴾ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہمیں پتہ ہے کہ تیرے دل کو کیا دکھ پہنچتا ہے جب یہ باتیں کرتے ہیں؟

یہ میں نے اس لئے آیت پڑھی ہے کہ ایک احمدی سمجھتا ہے کہ میرے دل کی پتہ نہیں کیا حالت ہوگئی کٹ گیا، مرگیا اور اللہ ابھی تک رحم نہیں فرما رہا اور کیوں اللہ تعالیٰ اچانک ساری تبدیلیاں نہیں پیدا کر دیتا؟ یہ جو کیفیت ہے یہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل کی کیفیت ہے جو قرآن بیان فرما رہا ہے اور تیرہ سال مسلسل اور اس کے بعد بھی اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے زیادہ محبوب بندے کو رکھا اور وہ تبدیلیاں جو اس کے نزدیک مقدر تھیں وہ اسی وقت آئیں جب وہ وقت مقدر تھا۔ تو بڑا ظلم ہوگا کہ ایک انسان بے صبری دکھائے اور اپنے دل کی حالت جانتے ہوئے جو اس پر گزر رہی ہے وہ یہ باتیں کہنی شروع کر دے اپنے رب کے اوپر کہ اتنی دیر ہوگئی روتے ہوئے اور سجدہ گاہوں میں تڑپتے ہوئے اے خدا! کہاں گیا تو تیری رحمت کیوں نہیں آرہی! یہ جوش دلانے کے لئے محبت اور پیار کے فقرے تو ٹھیک ہیں لیکن دل کی کیفیت یہ نہیں ہونی چاہئے۔ بعض دفعہ انسان لاڈ سے بعض دفعہ اپنے محبوب کو روٹھے ہوئے کو منانے کے لئے ایسی ادائیں کر لیتا ہے، یہ قصے یہ اور دنیا کے ہیں۔ لیکن میں سنجیدگی کی بات کر رہا ہوں، اپنے دل پر خدا کے متعلق میل نہیں لانی کیونکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے خدا فرماتا ہے وَ لَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّکَ یَضِیۡقُ صَدۡرُکَ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ ﴿۹۸﴾ ہم جانتے ہیں، ہمیں پتہ ہے تیرے دل پر کیا گزر رہی ہے اور اس سے زیادہ کسی دل پر نہیں گزر سکتی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل پر گزرا کرتی تھی۔

غیروں کا غم جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے اور اپنوں کا غم جن کے متعلق فرماتا ہے کہ رؤف و رحیم تھے۔ کبھی کسی انسان کے متعلق خدا تعالیٰ نے کسی کتاب میں یہ گواہی نہیں دی کہ وہ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ تھا۔ یہ خدا کی صفات آنحضرت ﷺ کے متعلق فرماتا وَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

کہ جھوٹا ہے وہ دعویدار جو یہ کہتا ہے کہ میں محمد مصطفی ﷺ سے زیادہ کسی سے پیار کرتا ہوں۔ ماؤں سے بڑھ کر پیار ممکن ہے لیکن محمد مصطفی ﷺ سے بڑھ کر پیار ممکن نہیں ہے۔ تو اس دل پر کیا گزرتی ہوگی جب صحابہ کو تکلیف پہنچ رہی تھی؟ اور اس صورت حال میں تلقین کیا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ؟ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۹﴾ خدا سے شکوہ نہیں کرنا جو حالت گزر جائے تیرے دل پر۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اپنے رب کی حمد کے گیت گاتا چلا جا وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۹﴾ اور ہمیشہ سجدہ ریز رہ، خدا کی رضا کے حضور اپنا سر اطاعت جھکائے رکھ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۱۰۰﴾ اور یہ فیصلہ لے کر بیٹھ خدا کے در پر کہ اس رب کی میں عبادت کرتا چلا جاؤں گا حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۱۰۰﴾ یہاں تک کہ مجھے موت آ جائے۔

الْيَقِيْنُ کا ترجمہ مفسرین نے موت کیا ہے۔ حالانکہ یقین کا ظاہری معنی تو ہے یقین تک پہنچ جانا یعنی کسی یقینی بات کا رونما ہو جانا۔ مفسرین نے جو معنی کیا ہے وہ بھی درست ہے بالکل صحیح ہے۔ مراد ان معنوں کی یہ بنیں گی کہ تیرا کام یہ ہے کہ خدا کی عبادت اور اسکے حضور اطاعت کے جذبات میں ایسا پختہ ہو جا اور یہ ارادہ لے کر بیٹھ، یہ ارادہ لے کر خدا کے حضور سجدہ کر کہ کچھ بھی ہو جائے موت سے پہلے میرا سجدہ ختم نہیں ہوگا۔ یعنی یہ مقصد نہیں بنایا کہ فتح تک میرا سجدہ رہے گا، کامیابی تک میرا سجدہ رہے گا، فرمایا موت تک سجدہ رہے اس موت سے پہلے جو تو دکھاتا ہے تیری مرضی ہے دکھائے یا نہ دکھائے لیکن میری فطرت کے ساتھ! میرے ارادہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ میرے سجدہ پر دنیا کے حالات کوئی اثر نہیں ڈال سکیں گے، میں تیرا مطیع بندہ رہوں گا، آخر وقت تک ایک لحہ کے لئے بھی تیری اطاعت سے باہر نہیں نکلوں گا۔

یہ ہے تعلیم جو خدا تعالی نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کو دی تھی پس ہر احمدی کو اس تعلیم پر قائم ہونا چاہئے اور یہ ارادہ لے کر خدا کے حضور سر جھکانا چاہئے کہ سر کٹ تو جائے گا لیکن تیرے مقابل پر اٹھ نہیں سکتا۔ جس قسم کے بھی ابتلا آئیں زندگی کے آخری سانس تک ہم حاضر ہیں اے ہمارے آقا! جس طرح تو چاہے تو ہمیں آزمالے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

نماز جمعہ کے ساتھ عصر کی نماز آج جمع کی جائے گی کیونکہ اب یہاں کے وقت بدل چکے

ہیں اگر جمعہ کی نماز ڈیڑھ بجے شروع کی جائے تو عصر کی نماز کے لئے الگ وقت نہیں رہتا بلکہ دونوں وقت مل جاتے ہیں۔

نمازوں کے بعد ایک جنازہ غائب ہوگا۔عبدالخالق صاحب لدھیانوی کراچی میں وفات پاگئے ہیں۔مرحوم بہت ہی مخلص اور سلسلہ کا کام کرنے والے فدائی احمدی تھے۔ان کا جنازہ ربوہ لے جایا گیا لیکن کسی وجہ سے نماز جنازہ میں زیادہ دوست شامل نہ ہو سکے۔مرحوم کی بچی کی درخواست تھی کہ ان حالات میں چونکہ آپ نے منع کیا تھا اس لئے جنازہ غائب کی درخواست نہیں کی گئی مگر وہ انداز ایسا تھا کہ پھر میں خود ہی اس سے رک نہیں سکا۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے۔بہت ہی مخلص اور فدائی احمدی تھے۔ایک دفعہ وہ چندہ جیب میں ڈال کر جارہے تھے ادائیگی کے لئے ،سیکرٹری مال کے پاس جمع کروانے کے لئے جارہے تھے رستے میں ان کی جیب کٹ گئی۔چنانچہ کراچی کی جماعت نے انہیں یہ پیشکش کی کہ ہم آپ کو جانتے ہیں،نہایت مخلص اور دین دار آدمی ہیں،غلط بیانی کا کوئی سوال ہی نہیں،ہم یہ چندہ چھوڑ دیتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔واپس آئے ،اپنی بیوی سے کہا یا کسی عزیز سے کہا،گھر کا زیور بیچا اور اللہ کے فضل سے سارا چندہ ادا کر دیا۔لیکن یہ داغ نہیں لیا کہ کوئی یہ کہہ سکے کہ خدا کا مال تھا کھا گیا۔اسکے معاً بعد ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ان کو پتہ بھی نہیں تھا ان کی کوئی رقم ایسی ہے جو دفتر میں زیرغور پڑی ہوئی ہے۔چنانچہ جب وہ چندہ کی رقم ادا کرنے کے بعد دفتر گئے تو پتہ لگا انہوں نے جتنی رقم ادا کی تھی اس سے دوگنی رقم دفتر میں ان کا انتظار کر رہی تھی۔کوئی پرانا حساب تھا جو اس موقع پر ان کو ادا کر دیا گیا۔پس جو آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اخلاص کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی اس سے ایسا ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔نمازوں کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب پڑھی جائے گی۔اور پھر اس کے بعد ایک نکاح کا اعلان کیا جائے گا۔میرے ماموں زاد بھائی بشیر الدین صاحب کی بیٹی عائشہ بشیر الدین کا نکاح میر مظہر صاحب سے قرار پایا ہے جس کا یہیں نمازوں کے بعد اعلان کیا جائے گا۔